ڈاکٹر سید عبدالمجید اندرابی،
صدر شعبۂ عربی، اسلامک یونیورسٹی، اونتی پورہ کشمیر۔

تپش می کند زندہ تر زندگی را

جہاں تک اقبالیاتی ادب کا تعلق ہے پیام مشرق فارسی کلام میں کلیدی اہمیت کی حامل تخلیقی کاوش ہے جو اقبال کی ایک شعوری کوشش گردانی جاتی ہے۔ پیام مشرق کی تصنیف کا محرک جرمن حکیم حیات گوشے کا مغربی دیوان ہے جس کی نسبت جرمنی کا اسرائیلی شاعر ہاٹنا لکھتا ہے

''یہ ایک گلدستہ عقیدت ہے جو مغرب نے مشرق کو بھیجا ہے''

اس دیوان سے اس بات کا برملا ثبوت ملتا ہے کہ مغرب اپنی ناتواں اور کمزور روحانیت سے برگستہ ہو چکا ہے۔ اس برگستی اور بیزاری کی روداد حکیم المانوی نے اپنے دیوان میں وا کی ہے۔ لہذا وہ مشرق کے سینے سے حرات کا متلاشی ہے۔ حکیم المانوی گوئٹے ایک ایسی تپش حرات اور روحانی کیفیت و جذب و دروں کا آرزومند ہے جو انسان کی قلبی کیفیات اور روحانی کیفیت و جذب و دروں کا آرزومند ہے جو انسان کی قلبی کیفیات اور مظہری کائنات کے جملہ اسرار و رموز کو وا کر کے انسان کو اشرف المخلوقات کی حیثیت سے اپنا مقام متعین کرنے کے حوالے سے ممد و معاون ثابت ہو۔

Scanned with CamScanner

پیام و مشرق میں ''جلال و گوئٹے'' کے زیرِ عنوان نظم میں علامہ اقبال حکیم المانوی اور پیرِ رومی کی فردوس میں باہم دیگر ملاقات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

نکتہ دانِ المنی را در ارم   صحبتے افتاد با پیر عجم

شاعرے کو ہمچو آں عالی جناب   نیست پیغمبر و لے دارد کتاب

جہاں تک فارسی زبان کا تعلق ہے۔ یہ زبان انگریزی بولنے والوں کے لئے قدرے آسان ہے اور عربی و دیگر زبانوں کی شناسائی رکھنے والے بھی اس زبان کو سیکھ سکتے ہیں اس کے صرفی و نحوی قواعد و ضوابط عربی یا سنسکرت کی طرح زیادہ منضبط اور شدید نہیں بلکہ اس کو سیکھنے کے لئے کئی باریکیوں کو مان کر ہی چلنا ہے۔

فارسی زبان انڈو یورپین فیملی سے تعلق رکھتی ہے جبکہ عربی اور عبرانی سامی زبانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی زبان مغربی زبانوں کے ساتھ میل کھاتی ہے۔ ان زبانوں میں گرامر کے لحاظ سے کہیں کہیں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ الفاظ کی ساخت کے حوالے سے یہ زبانیں میل کھاتی ہیں۔ غرض فارسی زبان غیر سامی زبانوں کے ساتھ بہت حد تک ہم آہنگ ہے۔ اسلام کی آمد کے بعد عربی الفاظ محاورات، تلازمے، تلمیحات، اور مرکبات فارسی نے اپنے اندر جذب کر لئے یوں یہ زبان کئی زبانوں کے اختلاط کا ایک حسین امتزاج بن کر ابھری یہاں تک کہ عصرِ حاضر کی فارسی نے دنیائے نو کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مغرب و مشرق کی انقلابی تبدیلیوں کا بنظرِ غائر مشاہدہ کر کے وقت کی رو میں بہ کر ایک نیا لہجہ دریافت کیا جو نئی فارسی کی رو میں منظرِ عام پر آ گیا۔

Scanned with CamScanner

آجکل یہ زبان ایران کے دارالخلافہ تہران میں شدومد کے ساتھ پڑھائی جارہی ہے Modern Spoken Persian Audio Vedio اور سی ڈیز کے ذریعے مبتدیں کو سمجھائی جارہی ہے۔ مگر جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے یہاں ہنوز کلاسیکی فارسی کا ہی رواج ہے۔ یہ وہ خطہ ارضی ہے جس کو ایک زمانے میں ایران صغیر کہا جاتا تھا شاید اسکی وجہ یہ تھی کہ کشمیر میں فارسی زبان بولنے کا اگرچہ رواج نہیں تھا تاہم اس زبان کو سرکاری زبان ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور لکھنے کا رواج بھی اسی زبان میں تھا۔ ہم اسی روایتی زبان کو فارسی کی اصل گردانتے ہیں اور اسی زبان میں اہل قلم طبع آزمائی بھی کررہے ہیں۔

میں نے حکیم المانوی کا اجمالی تعارف اس لئے دے دیا کیونکہ علامہ اقبال نے فارسی میں حکیم المانی کے دیوان کے جواب میں جو فن پارہ تخلیق کیا وہ پیام مشرق ہی ہے۔ اسمیں شاعر نے مشرقی فکرودانش کا ہیولا پیش کیا ہے میں نے اسی فن پارے کی ایک چنیدہ نظم کرم کتابی کو موضوع سخن بنا کر خامہ فرسائی کرنے کی کما حقہ کوشش کی ہے۔

نظم ''کرم کتابی'' پانچ اشعار پر مشتمل اقبال کی قلبی کیفیت کا والہانہ اظہار ہے۔ نظم کا انداز مکالماتی ہے اسمیں کاغذ کے کیڑے اور پروانہ کے مابین ایک گفتگو ہوتی ہے کتاب کا کیڑا پروانے سے مخاطب ہوتا ہے۔ لیکن اقبالؒ اس تمثیلی انداز کو شعر کا جامہ یوں پہناتا ہے کہ قاری کے ہاں اثر کی بوقلمونی پیدا ہوتی ہے اور وہ جذب و کیفیت کی لق ودق وادی میں وارد ہوتا ہے۔ جہاں اس سوزِ دروں وارفتگی اور ولولہ کے سواء کچھ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ ''میں نے ایک رات کاغذ کے کیڑے کو پروانے سے مخاطب

Scanned with CamScanner

شنیدم شبے در کتب خانہ من
بہ پروانہ مے گفت کرم کتابی
باوراق سینا نسیمن گرفتم
لسبے دیدم از نسخہ فاریابی
نفہیدہ ام حکمتِ زندگی را
ھماتیرہ روزم زبے آفتابی

کاغذ کا کیڑا کہتا ہے میں نے سالہا سال بوعلی سینا کی کتابوں کو اپنا مسکن بنایا۔ بوعلی سینا کے فلسفہ کو جھانک کر دیکھا اور پرکھا۔ گویا یونان کی حکمت فلسفہ اور عقل پرستی کا بنظر غائر مشاہدہ کیا۔ خرد اور زیرکی میرے کچھ کام نہ آئی۔

یہاں تک کہ میں نے فارابی کے فلسفہ حیات سے بھی خوشہ چینی کی مگر میں بےلذت بے سرور اور بے کیف ہی رہا۔ فارابی کی نکتہ وری اور سخن سنجی میرے کسی کام نہیں آئی۔ اس کج دار و مریز والے فلسفہ سے میں برگشتہ ہو گیا کیونکہ میں نے اسمیں زندگی کی حکمت اور اصل کو نہیں پایا۔ میں چاہتا تھا کہ جیتی جاگی زندگی سے نور حاصل کر سکوں میں کتابوں میں سرگرداں پھرتا رہا مگر آفتاب کی روشنی سے محروم رہا میری زندگی پر سدا تیرگی اور اندھیرا چھا گیا۔ میں اس تیرگی اور اندھیرے سے تنگ آچکا ہوں۔ دل کرتا ہے کہ سورج کی تپش اور روشنی سے حظ اٹھاؤں مگر میں کتابوں کے اندر ایسے جکڑا ہوں کہ روشنی کا کہیں نام ونشان نہیں۔

یہ سن کر بہت ہی سنجیدگی کے ساتھ پروانے نے جواب دیا کہ اے ناداں کرم

کتابی وہ نکتہ جس کی تلاش میں تو سرگرداں پھرتا رہتا ہے۔ کتابوں میں تلاش نہیں ہوگا۔ کیا تو نے نہیں سنا ہے۔

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین وظن
بندۂ تخمین وظن کرمِ کتابی نہ بن
علم سراپا حجاب، عشق سراپا حضور

اے نادان! حجاب میں رہ کر سورج کی شعاوں سے مستفید ہونا محال ہے۔ اگر نور بصیرت کے خواستگار ہو تو کتاب سے باہر آؤ اور بسیط کائنات کا مشاہدہ کر کے منزل کی تلاش میں بیکراں ہو جاؤ۔ اس زندگی کو امروز و فردا سے نہ ناپ۔ یہ جاوداں ہے، نہ ختم ہونے والی ہے۔

تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

اے کرم کتابی، :خرد کے پاس تخمینہ اور Probablity کے سوا کچھ نہیں..... جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے اسکی انتہا وہی ہے۔ مگر حقیقت حال میں اس کی نظریں کسی مقام تک جانے کے بعد خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اے کتاب کے کیڑے تیرا علاج صاحب نظر کے پاس ہے۔ اس کی صحبت میں رہ کر تمہاری دیدہ عبرت نگاہ کشادہ ہو جائے گی اور ناپید کائنات کے دریچے کھل جائیں گئے۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سواء کچھ اور نہیں

Scanned with CamScanner

تمارے اس روگ کا علاج کتاب میں نہیں بلکہ ولولہ، تپش دردمندی، وارفتگی، عشق، خودی، خودشناسی، خداپرستی اور جذب دروں میں مضمر ہے۔

نکو گفت پروانہ نیم سوزے

کہ این نکتہ را در کتابے نیابی

تپش میکند زندہ تر زندگی را

تپش می دھد بال و پر زندگی را

حرارت اور ولولہ میں ہی جاودانی ہے۔ اسی میں حقیقی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ بے کیف اور بے سرور زندگی سے موت بہتر ہے۔

اے نادان کتاب کے کیڑے

تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل

چیست حیات دوام سوختن نا تمام

زندگی میں اگر لذت وسرور کی بوقلمونیوں سے بہرہ ور ہونا ہے تو سوختنِ ناتمام کی لذت سے آشنا ہو جاؤ۔ وصل کی نسبت تڑپ اور ولولہ میں ہی زیادہ مزہ ہے کیونکہ زندگی کشمکش تحرک اور ولولہ سے ہی عبارت ہے۔ اقبال Destinaton یا منزل معصود سے ورا بیکراں ہونے کا آرزومند ہے۔ اسی لئے وہ نظم ''شاعر'' میں یہ کہتا پھرتا نظر آتا ہے۔

ز شرر ستارہ جویم ز ستارہ آفتابی

سرِ منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے

☆☆☆

Scanned with CamScanner